طعن دوم

میدان احد سے ابوبکر صدیق کا بھاگنا

قرآن پاک اور احادیث مقدسہ کی رو سے کسی مسلمان کا میدانِ جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن یہ بات مسلمہ ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میدانِ احد سے عین لڑائی کے وقت بھاگ کھڑے ہوئے۔

لہٰذا وہ اس فعل کے ارتکاب سے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ اور گناہ کبیرہ کا مرتکب خلافت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

جواب:-

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں "میدانِ احد" سے بھاگ جانے کا طعن دراصل شیعہ حضرات کی اپنی کتب سے لاعلمی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اور اس کے ساتھ قرآن فہمی سے کورا ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر یہ لوگ خود اپنی کتب کا ہی مطالعہ کر لیتے۔ اور قرآن سمجھا ہوتا۔ تو یہ طعن ہرگز نہ کرتے۔ کتب شیعہ سے پہلے تو ہم ثابت کریں گے۔ کہ ایسا ہوا ہی نہیں۔ اور اگر بفرضِ محال بھاگ جانا ثابت بھی ہو۔ تو بھی یہ وجہِ طعن نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس وقت افراتفری کے عالم میں جو صحابہ بھاگ

نکلے تھے۔ان کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(پارہ نمبر ۴)

ترجمہ:۔اور بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کیا۔جب کہ تم اس کے حکم سے ان کو قتل کرتے رہے۔یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی۔ اور اپنی پسند کی چیزیں دیکھنے کے بعد معاملہ میں آپس میں جھگڑنے لگے۔ اور رسول کی نافرمانی کی۔تم میں سے بعض دنیا کے طلب گار ہیں۔اور بعض آخرت کے خواستگار ہیں۔پھر تمہارا رخ ان کی طرف سے پھیر دیا۔کہ تمہارا امتحان لے اور یقیناً خدا نے تم سے درگزر کی۔اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

(ترجمہ مقبول)

اسی آیت کی تفسیر میں "علامہ طبرسی شیعی" لکھتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان:۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ اَىْ صَفِحَ عَنْكُمْ بَعْدَ اَنْ خَالَفْتُمْ اَمْرَ الرَّسُوْلِ ..... وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَىْ

ذُوْ مَنٍّ وَّنِعْمَةٍ عَلَيْهِمْ بِنِعَمِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ وَقِيْلَ يُغْفَرَانِ ذُنُوْبِهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء دوم ص ۵۲۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ اللہ نے تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے کے بعد درگزر فرمائی .... اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑا احسان کرنے والا اور انہیں بڑی بڑی نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔ وہ نعمتیں دینوی ہوں یا اخروی۔ اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کا فضل یہ ہے۔ کہ خدا نے ان کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

"علامہ طبرسی" کی تفسیر اور آیت کریمہ کے سادہ ترجمہ (مقبول) سے یہ بات ہر شخص جان سکتا ہے۔ کہ اگرچہ صحابہ کرام سے یہ غلطی سرزد ہوئی۔ کہ وہ میدانِ احد سے بھاگ گئے۔ لیکن اس غلطی کو اللہ رب العزت نے معاف کر دیا تھا۔ اور صرف اسی غلطی کو نہیں بلکہ ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنے متعلق "فضل عظیم کا مالک" جو فرمایا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ صرف معافی ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دین و دنیا کی نعمتیں بھی عطا کیں۔

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں۔ کہ جن حضرات کی غلطی اور لغزش کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ خود اپنے قرآن میں فرما دیں۔ ان کی معافی اور بخشش میں کوئی شک و تردد کر سکتا ہے؟ جب معاف کرنے والے نے معاف کر دیا۔ تو کسی دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ اس معافی کو نہ مانے۔ تو وہ لوگ جو اللہ کے معاف کر دینے کے بعد بھی معاف نہیں کرتے۔ اور ان حضرات کے معاف شدہ گناہ کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ تو ایسا کرنا ان کے کلام الٰہی پر عدم ایمان کے مترادف ہے۔ جب اللہ نے معاف کر دیا۔ تو معاف شدہ افراد پر اسی غلطی کو

ے کر لعن طعن کرنا دراصل خود اپنی ذات پر لعنت کرنا ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے میدان اُحد سے بھاگ جانے کا افسانہ سراسر غلط اور بہتان عظیم ہے

شیعہ حضرات کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق میدانِ اُحد سے بھاگ جانے کا قصہ بیان کرنا محض فریب ہے۔ اور غلط پروپیگنڈا کے سوا کچھ نہیں۔ خود انہی کے ,,مفسرین و مؤرخین،، سے حقیقت حال سنیئے۔

حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

تفسیر مجمع البیان:۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ آعَادَ تَعَالٰى ذِكْرَ الْعَفْوِ تَاكِيْدًا بِطَمَعِ الْمُذْنِبِيْنَ فِي الْعَفْوِ وَمَنْعِهٖ لَهُمْ عَنِ الْيَاْسِ وَتَحْسِيْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ قَدْ مَرَّ مَعْنَاهُ وَذَكَرَ اَبُوالْقَاسِمِ الْبَلْخِيُّ اَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا ثَلٰثَةَ عَشَرَ نَفْسًا خَمْسَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَثَمَانِيَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ فَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِي الْوَقَّاصِ۔

(مجمع البیان جلد اول جزء دوم ص۵۲۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی معافی کا دوبارہ ذکر اس لیے فرمایا۔ کیونکہ صحابہ کرام کو اپنی معافی کی شدید خواہش تھی۔ اور اس لیے بھی کہ صحابہ کرام کو نا امیدی سے نجات مل جائے۔ اور اس کے علاوہ مومنوں کے ظن کی تحسین کے لیے ایسا کیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔ اس کا معنی گزر چکا ہے۔ ابوالقاسم البلخی نے ذکر کیا ہے کہ میدان احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تیرہ افراد رہ گئے تھے۔ پانچ مہاجر اور آٹھ انصار مہاجر پانچ یہ تھے حضرت علی حضرت ابوبکر، ابوطلحہ، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی الوقاص رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حوالہ نمبر (۲):

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ

وَصَبَرَ مَعَهُ أَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلًا سَبْعَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَسَبْعَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ وَطَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَزُبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَمِنَ الْأَنْصَارِ الْحُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ وَأَبُوْ دُجَانَةَ وَعَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْحَارِثُ بْنُ الصِّمَّةِ وَسَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَأُسَيْدُ بْنُ

حُضَيْرٍ وَسَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۱۸۸

طبع فی شجاعتہ علیہ السلام)

ترجمہ:-

اور آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ چودہ حضرات ثابت قدم رہے۔ سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے تھے۔ مہاجرین سے ابوبکر صدیق، عبدالرحمٰن بن عوف علی بن ابی طالب سعد بن ابی وقاص طلحہ بن عبید اللہ ابو عبیدہ بن الجراح اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم تھے اور انصار میں سے حباب بن منذر، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن الصمہ سہل بن حنیف، اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم تھے۔

حوالہ نمبر (۳):-

ابن حدید شرح نہج البلاغہ:-

وَكَانَتِ الْعِصَابَةُ الَّتِىْ ثَبَتَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلًا سَبْعَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَسَبْعَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ فَعَلِیٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ

وَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَ اَمَّا الْاَنْصَارُ فَالْحُبَابُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَ اَبُوْ دُجَانَةَ وَعَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ اَبِي الْاَقْلَحِ وَالْحَارِثُ بْنُ الصِّمَّةِ وَسَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَاُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۹۶ بیروت طبع جدید) فی قتل عبد اللہ بن حجش وما قالہ ووصّٰی بہ وفی بیان من ثبت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد)

ترجمہ:

وہ جماعت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (میدان احد میں) ثابت قدم رہی۔ چودہ حضرات پر مشتمل تھی۔ سات ان میں سے مہاجرین تھے اور سات انصار۔ مہاجرین میں سے حضرت علی، حضرت ابو بکر صدیق، عبد الرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص طلحہ بن عبید اللہ ابو عبیدہ بن جراح اور زبیر بن عوام اور انصار میں سے حباب بن منذر، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن الصمۃ، سہل بن حنیف اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حوالہ نمبر (۴) :-

روضۃ الصفاء :-

در کشف الغمہ مسطور است کہ چہاردہ کس از اصحاب نزد آنحضرت چہاردہ احباب ماندند ہفت تن از انصار و ہفت نفر از مہاجران۔ از مہاجران امیر المومنین، علی و ابوبکر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعید بن ابی وقاص و طلحہ و زبیر و ابو عبیدہ جراح و از انصار حباب بن منذر و ابودجانہ و عاصم بن ثابت و حارث بن سہیل و اسید بن حضیر و سعد بن عبادہ و محمد بن مسلمہ۔

(روضۃ الصفا جلد دوم ص۲۳۲ ذکر احوال خادم الانبیاء طبع ایران)

ترجمہ:- کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام کے اصحاب میں سے چودہ آدمی آپ کے پاس باقی رہ گئے۔ سات مہاجر اور سات انصاری مہاجروں میں سے امیر المومنین علی ابوبکر عبدالرحمٰن بن عوف سعید بن ابی وقاص طلحہ زبیر اور ابو عبیدہ بن جراح اور انصار سے حباب بن منذر ابودجانہ عاصم بن ثابت حارث بن سہیل اسید بن حضیر سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حوالہ نمبر ۵ :-

علاوہ ازیں اسی قسم کی عبارت حاشیہ الروضۃ من الکافی ص۳۱۹ جلد ۸ طبع ایران پر بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ طوالت کے خوف سے عبارت نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں شیعہ حضرات کی اپنی کتب سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو گئی کہ جو حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ میدان احد میں ثابت قدم رہے۔ میدان کو چھوڑ کر بھاگے نہیں ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات بھی موجود تھی۔ کیوں نہ ہو جس شخصیت نے غار ثور میں رفاقت کی سعادت حاصل کی ہو وہ احد کے میدان میں کیسے بھاگ سکتی تھی۔ اس صراحت و وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر شیعہ حضرات ابو بکر صدیق پر الزام دھریں اور انہیں موردِ طعن ٹھہرائیں تو اس سے بڑھ کر ان کی بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اس پر مزید یہ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جن کو "بدری" ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور بدری صحابہ کا مغفور اور جنتی ہونا اور اسی طرح بیعت رضوان میں شریک صحابہ کا مغفور و مرحوم ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام صغائر و کبائر سے پاک فرمایا لیکن شیعہ ان نفوس قدسیہ کو ناکردہ گناہوں کی ابھی تک معافی نہیں دے رہے۔

بیعت رضوان اور بدر میں شامل ہونے والے جنتی ہیں

جن میں صدیق اکبر سرفہرست ہیں

منہج الصادقین:

وہمہ اصحاب بیعت کردند برآنکہ مطلقاً راہ گریز بجویند تا آنکہ کشتہ شوند یا فتح نمائند و حضرت فرمود کہ یک کس بدوزخ نرود از آں مومنان کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند و ایں بیعت را بیعت الرضوان نام نہادند بجہت آنکہ حق سبحانہ در ایشاں فرمود (الخ)

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

مقام حدیبیہ پر تمام صحابہ کرام نے اس بات پر بیعت کی۔ کہ ہم ہرگز بھاگیں گے نہیں۔ یہاں تک کہ مر جائیں گے یا فتح حاصل کر لیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان مومنوں میں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی۔ اس بیعت کو "بیعت الرضوان" کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔

اہل بدر کو اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے

در "منہج الصادقین" میں مذکور ہے۔ کہ ۸ھ میں سائرہ نامی لونڈی مکہ سے مدینہ آئی مکہ میں گانا بجانا اس کا کام تھا۔ مدینہ میں آنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو یہاں اسلام لانے کے لیے آئی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا۔ مہاجرہ بن کر آئی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ بلکہ کچھ ضروریاتِ زندگی کے لیے آئی ہوں۔ اگر میسر ہو گئیں۔ تو واپس چلی جاؤں گی۔ فرمایا۔ تو نے اہل مکہ سے ضروریات طلب کیوں نہ کیں؟ کہا کہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں جب سے کفار کو شکست ہوئی ہے میرا کاروبار ماند پڑ گیا ہے۔ تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "آل عبد المطلب" کو فرمایا۔ کہ تم اس لونڈی کی ضروریات کا اہتمام کر دو۔ اسی سلسلہ میں یہ لونڈی حاطب بن بلتعہ کے پاس بھی آئی۔ اور حاطب نے کچھ سامان کے ساتھ ایک رقعہ بھی دیا۔ جو اہل مکہ کو لکھا گیا تھا۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ عنقریب تم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کرنے والے ہیں۔ اپنا تحفظ کر لینا۔

سارہ نامی لونڈی جب رقعہ لے کر عازم مکہ ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ علی، زبیر، عمار، مقداد اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا۔ کہ جاؤ اس سے رقعہ چھین لاؤ۔ یہ حضرات جب اس کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اس سے رقعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ سامان کی تلاشی بھی لی گئی۔ لیکن دستیاب نہ ہوا۔ تو واپسی کا ارادہ کر لیا۔

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اگر تو نے رقعہ نہ نکالا۔ تو تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس پر جان بچانے کے لیے اس لونڈی نے اپنے بالوں سے وہ رقعہ نکالا۔ اور یہ حضرات رقعہ لے کر واپس مدینہ آ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع فرمایا۔ اور بر سر منبر اعلان فرمایا۔ کہ جس نے تم میں سے اہل مکہ کو یہ رقعہ لکھا ہے۔ اگر وہ اعتراف کر لے۔ تو اس کی جان بخشی ہو سکتی ہے آپ کے دو مرتبہ اعلان فرمانے کے بعد حاطب بن ابی بلتعہ، اٹھے۔ اور کہنے لگے۔ کہ میں نے خط اس لیے لکھا ہے کہ میرے بچے مکہ میں بے یار و مددگار تھے اور میں کافروں پر کچھ احسان کر کے اپنے بچوں کو کچھ تحفظ دینا چاہتا تھا اور فتح تو آپ کو ہونی ہی ہے۔

تفسیر منہج الصادقین:-

آنحضرت تصدیق او نمود، عذر او را قبول فرمود۔ عمر خطاب از جائے خود برخواست گفت یا رسول اللہ اجازت فرمائی تا گردن ایں منافق بزنم رسول فرمود کہ تو چہ دانی کہ حق تعالی بر اہل بدر اطلاع فرمود و خدائی تعالی بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ و ایشاں را بخطاب مستطاب در اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم،

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص۲۴۳ مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۳۳ھ)

ترجمہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیان کی تصدیق فرمائی۔ اور اس کا عذر قبول فرمایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو۔ تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ فرمایا۔ یہ اہل بدر میں سے ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے "بدری" صحابہ کے متعلق مغفرت کا وعدہ فرما کر انہیں یہاں تک فرما دیا۔ کہ تم جو چاہے عمل کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

الحاصل:۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات آج تک یہی اعتراض کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میدان احد سے بھاگ گئے تھے۔ اور اس وجہ سے یہ لوگ معاذ اللہ مرتد اور کافر ہو گئے تھے۔

لیکن شیعہ یہودیوں کی طرح اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مصداق بن گئے ہیں۔ اور پھر اس کی سزا کے حق دار ہوئے۔ جو ان یہودیوں کے لیے قرآن نے فرمائی۔

فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ۔

ترجمہ:۔ تو نہیں جزا اس کی جو تم میں سے یہ فعل کرے مگر دنیوی زندگی میں ذلت اور قیامت میں ان لوگوں کو سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اس آیت کریمہ کے مصداق شیعہ لوگوں کا بھی من وعن وہی طریقہ ہے۔ جو یہود کا تھا۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔ کہ کفار کے یکبارگی حملہ کی وجہ سے مسلمان صحابہ کرام میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کیونکہ یہ حملہ ان کی پشت کی طرف

سے کیا گیا تھا۔

تو اسی کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ غلطی معاف کردی ہے بلکہ معافی کے ساتھ مزید فضل و انعام کا بھی ذکر فرما دیا۔ لیکن شیعہ لوگ ہیں۔ کہ پہلی بات کو تو مان کر سبب طعن بناتے ہیں۔ اور دوسری بات کو نہیں مانتے۔

لہٰذا ان کی سزا بھی یہی ہے۔ کہ دنیا میں، ہمیشہ کے لیے ذلت و رسوائی بشکل تقیہ اور ماتم اور قیامت میں عذاب شدید۔ اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن سوم

صدیق اکبر سے سورۃ براۃ کے سنانے کا اختیار واپس لے کر حضرت علی کو سونپا گیا

اللہ تعالیٰ نے جب سورۃ براۃ نازل فرمائی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ کہ جاؤ اور مکہ والوں کو یہ سورۃ سناؤ۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تعمیل ارشاد کے لیے چل پڑے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ ابو بکر صدیق کے پیچھے جاؤ۔ اور اُن سے سورۃ براۃ لے لینا۔ اور خود اس کا اہل مکہ میں اعلان فرمانا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر سے سورۃ براۃ لے لی۔ اور پھر خود اس کا اعلان فرمایا۔

(ترمذی شریف جلد دوم ابواب التفسیر
سورۃ توبہ ص ۱۴۰ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

لہٰذا جو شخص ایک قرآنی سورت کے اعلان کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ اس کو تمام امت مسلمہ کی نمائندگی شریعت کے تمام احکام کی ترجمانی

اور قرآنی ارشادات کی تبلیغ پر کس طرح امین بنایا جا سکتا ہے؟ اور ایسے شخص کو امت مسلمہ کی امامت اور خلافت کا اہل کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ برأۃ کے اعلان کی واپسی کا حکم فرما کر اس بات کی نشاندہی کر دی۔ کہ ابوبکر صدیق منصب خلافت و امامت کے اہل نہیں تھے۔

جواب:۔

ترمذی شریف کی حدیث نقل کرنے میں خیانت

اہل تشیع نے ترمذی شریف کے حوالہ سے جو حدیث پیش کی ہے اور اُسے طعن کا سبب قرار دیا ہے۔ اس میں انہوں نے خیانت سے کام لیا۔ لہٰذا ہم پہلے حدیث ترمذی شریف من وعن پیش کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوں گے۔

ترمذی شریف:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ وَّاَمَرَهٗ اَنْ يُّنَادِيَ بِهٰؤُلَاۗءِ الْكَلِمَاتِ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ عَلِيًّا فَبَيْنَمَا اَبُوْبَكْرٍ فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ اِذْ سَمِعَ رُغَاءَ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَصْوَاۗءِ فَخَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ فَزِعًا فَظَنَّ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ عَلِيٌّ فَدَفَعَ اِلَيْهِ كِتَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ عَلِيًّا اَنْ يُّنَادِيَ بِهٰؤُلَاۗءِ الْكَلِمَاتِ فَانْطَلَقَا فَحَجَّا فَقَامَ عَلِيٌّ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَنَادٰى

ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بَرِيْئَةٌ مِّنْ كُلِّ مُشْرِكٍ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَلَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّكَانَ عَلِيٌّ يُّنَادِيْ فَاِذَا فَرَغَ قَامَ اَبُوْبَكْرٍ فَنَادٰى بِهَا۔

(ترمذی شریف جلد دوم ابواب التفسیر سورۃ توبہ ص۱۴۰ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ وہاں جا کر ان کلمات (سورۃ براۃ) کا اعلان کر دو۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت ابوبکر ابھی راستہ ہی میں تھے کہ اچانک انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی "قصوا" کی آواز سنی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے۔ اور خیال کیا۔ کہ آنے والے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن جب قریب آئے۔ تو وہ حضرت علی تھے۔ ابوبکر نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رقعہ دے دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا۔ کہ آپ ان کلمات (سورۃ براۃ) کا اعلان کریں۔ دونوں چل پڑے۔ اور دونوں نے حج کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق میں ان کلمات کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہیں۔ مشرکو! تم چار مہینوں تک چل پھر لو۔ اس سال کے بعد تم میں کوئی بھی نہ حج کرے گا۔ اور نہ کسی کو ننگے ہو کر طواف کرنے کی اجازت ہوگی اور مومن کے سواء کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلان کرتے رہے پھر جب آپ فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ان کلمات کی منادی کی

اس واقعہ میں حقیقی صورت حال یوں ہے

جہاں تک ہم نے کتب اہل سنت کا مطالعہ کیا۔ ہمیں ان میں یہ حدیث مختلف نظر آئی۔ اکثر روایات اس مضمون کی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت کے طور پر "امیر حج" بنا کر بھیجا تھا۔ اور اس وقت سورہ براۃ نازل ہوئی۔ جب آپ روانہ ہو چکے تھے۔ اس سورت میں مشرکین کے نقض عہد کا ذکر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ سورۃ دے کر صدیق اکبر کے پیچھے بھیجا۔ تاکہ یہ تازہ احکامات بھی لوگوں تک پہنچ جائیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے پر سورۃ براۃ کے تازہ احکامات کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ صدیق اکبر چونکہ اس وقت مدینہ سے نکل چکے تھے۔ لہٰذا انہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ اور نہ ہی ان سے اس ذمہ داری کی واپسی کا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے۔ کہ دو مختلف کام دو مختلف اشخاص کے سپرد کیے گئے۔ "امیر حج" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنائے گئے۔ اور سورۃ براۃ کے احکامات کا اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری :-

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَجَعَ عَنْ عُمْرَةِ الْجِعِرَّانَةِ بَعَثَ اَبَا بَكْرٍ عَلَى الْحَجِّ فَاَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْعَرَجِ بِالصُّبْحِ فَسَمِعَ رَغْوَةَ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا عَلِيٌّ فَقَالَ لَهٗ اَمِيْرٌ اَوْ رَسُوْلٌ فَقَالَ بَلْ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَرَاءَةٍ لِاَقْرَأَهَا عَلَى النَّاسِ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ قَامَ اَبُوْبَكْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ بِمَنَاسِكِهِمْ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ قَامَ عَلِيٌّ فَقَرَءَ عَلَى النَّاسِ بَرَآءَةً حَتّٰى خَتَمَهَا ثُمَّ كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ كَذٰلِكَ

(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۸ ص ۲۵۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جعرانہ سے عمرہ کر کے واپس تشریف لائے۔ تو آپ نے ابوبکر صدیق کو "امیر الحجاج"، بنا کر بھیجا۔ ہم ابوبکر صدیق کے ساتھ چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم جب بوقت صبح مقام "عرج"، پر پہنچے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی (قصوا) کی آواز سنی۔ دیکھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار ہیں۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا۔ آپ امیر بن کر یا قاصد بن کر تشریف لا رہے ہیں۔؟ کہا ہاں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سورۃ براۃ"، دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ میں اس کو لوگوں کے سامنے پڑھ کر سناؤں۔ ہم سب مکہ آ گئے۔ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن آیا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ اور لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ جب فارغ ہوئے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے سورۃ براۃ کو اول تا آخر پڑھ کر سنایا۔ پھر دس ذی الحجہ کو بھی ایسے ہی ہوا۔

روایاتِ بالا سے شیعوں کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا۔

ابھی جو روایت اور پھر ترجمہ کے مذکور ہوئی۔ اس سے قطعاً شیعہ حضرات کا اعتراض نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو "امیر الحاج" بنا کر بھیجا تھا۔ سورۃ براۃ کی تبلیغ ان کے سپرد ہی نہ تھی۔ "امیر الحاج" ہونے کی حیثیت سے صدیق اکبر نے لوگوں کو خطبہ دے کر طریقہ حج تعلیم فرمایا۔ ان کے بعد جو ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی یعنی سورۃ براۃ کے احکامات پڑھ کر سنانا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری نبھادی۔ لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر یہ طعن کہ آپ کو "اعلان سورۃ براۃ" سے معزول کر دیا گیا تھا۔ اس کا مذکورہ روایت میں نام و نشان تک نہیں۔

بعض روایات میں صدیق اکبر کا امیر الحاج بنایا جانا اور سورۃ براۃ کے احکامات کی تبلیغ کرنا بھی موجود ہے

کچھ ایسی روایات بھی ہیں۔ جن میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے امیر الحاج بنائے جانے اور سورۃ براۃ کے احکامات کے اعلان کرنے کا ذکر ہے۔ ابتداءً دونوں کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔ لیکن بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ ابوبکر صدیق سے سورۃ براۃ لے کر تم اعلان کرنا۔

فتح الباری:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَبَا بَكْرٍ بِبَرَاءَةٍ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ وَبَعَثَهُ عَلَى الْمَوْسِمِ

ثُمَّ بَعَثَنِیْ فِیْ اَثَرِہٖ فَاَدْرَکْتُہٗ فَاَخَذْتُہَا مِنْہُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَالِیْ قَالَ خَیْرٌ اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یَبْلُغُ عَنِّیْ غَیْرِیْ اَوْ رَجُلٌ مِّنِّیْ۔

(فتح الباری جلد نمبر ۸ ص ۲۵۶ سورۃ البراۃ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنایا اور انہیں سورۃ برات دے کر بھیجا تو ان کے بعد مجھے ان کے پیچھے بھیجا کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سورۃ برات لے کر خود اعلان کروں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! میرے لیے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے لیے بھلائی ہے۔ تو غار میں میرا ساتھی ہے اور اسی طرح حوضِ کوثر پر بھی میرا ساتھی ہوگا۔ مگر سورۃ برات کا اعلان میرے اور میرے گھر کے آدمی کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔

لیکن اس قسم کی روایات سے بھی صدیق اکبر کی ذات مطعون نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ بات دونوں طرح کی روایات میں موجود ہے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "امیر الحجاج" ضرور بنائے گئے تھے۔ سورۃ براۃ کی تبلیغ کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہ آپ کو یہ ذمہ داری ابتداءً سپرد کی گئی تھی۔ یا نہیں، اگر ابتداءً ہی آپ کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔ تو معزولی کا معنیٰ ہی کوئی نہیں بنتا اور اگر آپ کو ابتداءً یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنے

کی ضرورت اس لیے پیش آئی۔ کہ ان دنوں قبائل عرب میں یہ ایک طریقہ تھا۔ کہ جب کسی عہد و پیمان کو توڑنا ہوتا۔ تو اس کے لیے سب سے بہتر تو وہی شخص ہوتا جس نے عہد و پیمان باندھا ہوتا تھا۔ اگر وہ نہ ہو۔ تو اس کا بیٹا۔ بھائی، داماد وغیرہ قریبی رشتہ دار توڑ سکتے تھے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خود تو حج پر نہیں جا رہے تھے۔ اس لیے آپ نے حضرت علی کو فرمایا تم میری طرف سے یہ اعلان کر دینا کہ آج سے تمہارا ہمارا معاہدہ ختم ہے۔

اس واقعہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں کون سی کمی آ گئی۔ جس کی بنا پر تم ان پر طعن کئے جا رہے ہو۔ حالانکہ جہاں آپ سے سورۃ برأت کی تبلیغ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل کی گئی وہاں آپ کو حوض کوثر پر صاحبت رسول کے مرتبہ علیا سے بھی نوازا گیا ہے جو کہ دنیا کے تمام مراتب و مناصب سے کہیں بالا و اعلیٰ ہے علاوہ ازیں اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر الحجاج کا عہدہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ جو لاکھوں مسلمانوں کا سربراہ ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کے فرائض کی ادائیگی اس کے سپرد ہوتی ہے۔

اس کے مقابلہ میں سورۃ براۃ کی آیات کا اعلان کرنا کوئی اتنا بڑا کام نہ تھا۔ کیونکہ وہ بلند آواز سے ایک حکم لوگوں تک پہنچا دینا تھا مگر قانون عرب کے مطابق ضروری تھا کہ یہ کام خود نبی کریم یا آپ کا کوئی رشتہ دار ادا کرتا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس کے لیے اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ اب جبکہ حضرت صدیق اکبرؓ کا امیر الحجاج ہونا اور حضرت علیؓ کو آئینہ، براۃ کا مبلغ بنانا ثابت ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت علیؓ خود ابو بکر صدیق کے ماتحت ہو کر اپنا کام انجام دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض روایات کے مطابق خود ابو بکر صدیق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کہ وہ سورۃ براۃ کی آیات کی تلاوت میں ان کی مدد کریں اور حدود کے نفاذ کے سلسلہ میں اپنا تعاون پیش کریں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ابوبکر صدیق نے امیر الحجاج ہونے کی حیثیت سے اعلان براءت میں حضرت علی کے لیے ابوہریرہ کو ان کا معاون بنایا

بخاری شریف:۔

اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ تِلْكَ الْحَجَّةِ فِيْ مُؤَذِّنِيْنَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُوْنَ بِمِنًى اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ اَرْدَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّ اَمَرَهٗ اَنْ يُّؤَذِّنَ بِبَرَآءَةٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ اَهْلِ مِنًى بِبَرَاءَةٍ وَّ اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص۶۷۱ پارہ ۱۹ مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ مجھے ابوبکر صدیق نے ۹ھ میں ہونے والے حج کے اندر اعلان کرنے والوں میں بھیجا۔ اس حج میں حضرت ابوبکر صدیق امیر الحجاج تھے۔ ہمیں یہ کہا گیا تھا۔ کہ یوم النحر کو منیٰ میں یہ اعلان کریں۔ کہ کوئی مشرک اس سال کے بعد نہ حج کرنے آئے۔

اور نہ ہی کوئی ننگا ہو کر طواف کرے گا۔ حمید بن عبدالرحمن کہتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور انہیں براءت کا اعلان کرنے کو کہا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوم النحر کو منیٰ میں موجود لوگوں کے اندر اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہیں اور یہ بھی اعلان کیا۔ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے ہرگز نہ آئے گا۔ اور نہ ہی کوئی ننگے ہو کر طواف کرے گا۔

تنبیہ:

ناظرین کرام! آپ ذرا غور فرمائیں۔ کہ کیا اس حدیث یا دیگر احادیث کے مضمون کے مطابق شیعہ حضرات کا طعن بنتا ہے۔ یا بہتان و افتراء ہے؟ یہ لوگ اس طعن سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ابوبکر صدیق جب ایک سورۃ کی تبلیغ کے قابل نہ تھے تو وہ خلافت کے متحمل کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

آپ غور فرمائیں۔ اگر واقعی ان کے کہنے کے مطابق صدیق اکبر میں ایک سورۃ کی تبلیغ کی قابلیت اور لیاقت نہ ہوئی۔ تو ابتداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس کام کے لیے منتخب کیوں فرماتے۔ بلکہ یہ تو ایک معمولی فریضہ تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تو اس سے زیادہ اہم فریضہ "امیرالحجاج" کا آپ کو سپرد فرمایا۔ شیعہ یہ تو کہتے ہیں۔ کہ سورۃ براءۃ کے اعلان سے آپ کو معزول کر دیا گیا۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ آپ کو "امیرالحجاج" کے منصب اعلیٰ سے بھی دستبردار کر دیا گیا۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بعد میں انتخاب کر کے ابوبکر صدیق کے پیچھے روانہ کرنا اسی سبب سے تھا کہ عرب قبائل میں عہد کے توڑنے کے اعلان کے لیے خود عہد کرنے والے یا اس کے کسی قریبی

کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا ورنہ آپ کے حق میں کوئی وحی نہیں اتری تھی کہ ابوبکر عہدہ کے قابل نہیں لہٰذا اس کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت علی کو معین کرو جیسا کہ اس کی تائید شیعہ مورخ احمد ابن یعقوب نے اپنی کتاب مشہور تاریخ یعقوبی میں یوں کی ہے۔

تاریخ یعقوبی:۔

وَجَّهَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ بِسُوْرَةِ الْبَرَاءَةِ فَاَخَذَهَا مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ فَقَالَ لَا وَلٰكِنَّ جِبْرَائِيْلَ قَالَ لِيْ لَا يُبَلِّغُ هٰذَا اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِكَ۔

(تاریخ یعقوبی ص۷۶ جلد ۲ تذکرہ الأمرأعلی السرایا والجیوش)

ترجمہ:۔ سورہ براۃ کے لیے حضرت علی (ابوبکر کے پیچھے روانہ ہوئے) اور ابوبکر سے اس کو پکڑ لیا تو ابوبکر نے نبی علیہ السلام سے عرض کی کیا میرے حق میں کوئی حکم نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن جبرائیل نے آکر کہا کہ سورۃ براۃ کی آپ یا آپ کی اہل سے کوئی آدمی تبلیغ کرے۔

چیلنج:۔

شیعہ حضرات نے اس طعن کی بناء حدیث ترمذی کو بنایا جس سے مروڑ تروڑ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں خلیفہ بننے کی اہلیت نہیں تھی اس بارے میں نے سورۃ براۃ کی حقیقت حال کو کتب حدیث اہلسنت سے ایسا واضح کیا کہ جس کے پڑھ لینے کے بعد وہ آدمی جس کے سینے میں ایمان اور رائی بھر بھی

انصاف ہے وہ اس واقعہ سورۃ براءۃ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات پر کسی قسم کا طعن نہیں کر سکتا بلکہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا یہ واقعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر ایک بہت بڑی قوی اور مضبوط دلیل ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ اکرام اور اہلبیت بمعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اپنے قائم مقام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج منتخب فرمایا اور پھر ان کی زیر امارت تمام صحابہ اکرام اور اہلبیت نے حج کیا اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور کسی ایک نے بھی آپ کے امیر الحجاج بنائے جانے پر اعتراض نہ کیا تو اس سے بڑھ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے میں تمام دنیا کے اہل تشیع کو چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی شیعہ مولوی ایک صحیح حدیث دکھا دے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کبھی امیر الحجاج بنایا ہو یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے امیر الحجاج بنانے کے بعد ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنایا ہو تو میں اس شیعہ مولوی کو بیس ہزار نقد انعام پیش کروں گا:

فرات اور طبری شیعہ مفسران نے تسلیم کر لیا کہ حضرت علی نے ابوبکر صدیق کی زیر امارۃ سورۃ براءۃ کا اعلان کیا اور ابوبکر صدیق کو نبی علیہ السلام نے مصاحبت غارِ ثور کا انعام یاد دلا کر خوش کر دیا۔

مجمع البیان

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ وَنَقَلَهُ الْأَخْبَارُ أَنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ

بَرَآءَۃٌ دَفَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْهُ وَدَفَعَهَا اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ تَفْصِيْلِ ذٰلِكَ فَقِيْلَ اِنَّهُ بَعَثَهُ وَاَمَرَهُ اَنْ يَقْرَءَ عَشَرَ اٰيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ وَاَنْ يَنْبِذَ اِلٰى كُلِّ ذِيْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا خَلْفَهٗ لِيَاْخُذَهَا وَيَقْرَاَهَا عَلَى النَّاسِ فَخَرَجَ عَلِيٌّ نَاقَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَآءَ حَتّٰى اَدْرَكَ اَبَا بَكْرٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَاَخَذَهَا مِنْهُ وَقِيْلَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجَعَ فَقَالَ هَلْ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِلَّا خَيْرًا وَلٰكِنْ لَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْ رَجُلٌ مِنِّيْ وَقِيْلَ اِنَّهٗ قَرَءَ عَلِيٌّ بَرَآءَۃً عَلَى النَّاسِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمِيْرَ الْمَوْسِمِ۔

(مجمع البیان جلد ۳ جزء ۵ ص ۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ تمام مفسرین کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ جب سورۃ براۃ نازل ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ پھر ان سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ اس کی تفصیل میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو مکہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس سورت کی ابتدائی دس آیات تلاوت کی جائیں۔ اور ہر عہد والے سے اس کا عہد ختم کر دیا جائے پھر ان کے پیچھے حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ تاکہ ابوبکر سے

لے کر یہ خود پڑھیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑے۔ اور مقام "ذی الحلیفہ" میں صدیق اکبر کو جا ملے۔ ان سے وہ سورۃ لے لی۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ ابوبکر واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور پوچھا۔ کیا کوئی اس بارے میں نئی چیز اتری ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب کچھ اچھا ہی ہے۔ لیکن میری طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کا اعلان وہی کر سکتا ہے جو ہمارا رشتہ دار ہو۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سورہ براۃ پڑھ کر سنائی۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "امیر الحجاج" تھے

فرات کوفی

فَسَارَ عَلِيٌّ عَلٰى نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكَهٗ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَآهُ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ اَمِيْرًا اَوْ مَامُوْرًا فَقَالَ عَلِيٌّ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَدْفَعَ اِلَيَّ بَرَاءَةً قَالَ فَدَفَعَهَا وَانْصَرَفَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالِيْ نَزَعْتَ مِنِّيْ بَرَاءَةً اُنْزِلَ فِيَّ شَيْءٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ نَزَلَ عَلَيَّ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُنِيْ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤَدِّيَ عَنِّيْ غَيْرِيْ اَوْ رَجُلٌ مِّنِّيْ وَاَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَالنَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰى اَمَا تَرْضٰى يَا اَبَا بَكْرٍ اَنَّكَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ قَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(تفسیر فرات کوفی ص۵۹ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔ علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر سوار ہو کر چلے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقام ذو الحلیفہ میں آلیا، ابوبکر نے جب انھیں دیکھا تو کہا امیر بن کر آئے ہو یا مامور بن کر، کہا مجھے نبی علیہ السلام نے اس لیے بھیجا ہے کہ سورۂ برأت کی آیات میرے حوالہ کردیں۔ چنانچہ ابوبکر نے آیات انھیں دے دیں اور واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے آیات برأت مجھ سے واپس لی ہیں، کیا میرے متعلق کوئی امر نازل ہوا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل میرے پاس آئے اور بتلایا کہ اللہ مجھے حکم دے رہا ہے کہ سورۃ برارت میں خود جا کر لوگوں کو سناؤں یا میرے خاندان کا کوئی دوسرا فرد اور میں اور علی ایک ہی درخت سے بنے ہیں۔ باقی لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو غار میں میرا ساتھی ہے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔

امام باقر کا قول ہے کہ نبی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنایا تھا اور اعلانِ براءت کی ذمہ داری سونپی ہی نہ تھی

تفسیر عیاشی

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ

لَا وَاللّٰهِ مَا بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ بِبَرَآءَةٍ اَهُوَ كَانَ يَبْعَثُ بِهَا مَعَهُ ثُمَّ يَاْخُذُهَا عَنْهُ؟ وَلٰكِنَّهُ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْمَوْسِمِ وَبَعَثَ بِهَا عَلِيًّا بَعْدَ مَا فَصَلَ اَبُوْبَكْرٍ عَنِ الْمَوْسِمِ فَقَالَ لِعَلِيٍّ حِيْنَ بَعَثَهُ اَنَّهُ لَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا وَاَنْتَ۔

تفسیر عیاشی جلد ۲ ص ۷۴ زیر آیت براءۃ من اللہ ورسولہ الخ

ترجمہ: زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے ابوجعفر امام باقر علیہ السلام سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو سورۂ برائت دے کر نہیں بھیجا تھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ابوبکر کو ایسا کام سونپیں اور پھر واپس لے لیں؟ بلکہ آپ نے انہیں موسم حج کا امیر بنا کر بھیجا تھا اور علی مرتضیٰ کو اعلانِ براءت کا کام دے کر اس وقت بھیجا۔ جب صدیقِ اکبرؓ اپنے کام کو جا چکے تھے چنانچہ علیؓ سے فرمایا۔ جب انھیں بھیجا کہ یہ اعلان میری طرف سے یا تم کر سکتے ہو یا میں خود کر سکتا ہوں۔

یاد رہے۔ تفسیر عیاشی شیعہ حضرات کی بڑی مایۂ ناز تفسیر قرآن ہے۔ جس کا مصنف ہے ابونصر محمدؒ بن مسعود عیاش سمرقندی، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مذکورہ بالا روایت کے تحت مذکورہ بالا صفحہ کے حاشیہ میں لکھا ہے، کہ یہ روایت بحار الانوار، اور تفسیر صافی میں بھی موجود ہے، گویا اہلِ تشیع کے مفسرین و محدثین کی متفق علیہ روایت قرار پائی۔

"علامہ طبرسی وفرات نے یہ بات بالکل واضح کر دی۔ کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر الحجاج نہیں بنایا تھا صرف آیات براۃ کی تبلیغ کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اور پھر انہیں اس سے معزول کر دیا معزولی کے بعد ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا۔ یہ سب باتیں بے بنیاد اور غلط ہیں۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر الحجاج تھے۔ اور پھر سورۃ براءت کی آیات پڑھنے کی اضافی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی۔ جو کہ اس لیے واپس لے لی گئی۔ کہ ان آیات سے معاہدہ کو توڑنے کا اعلان مقصود تھا۔ اور اس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت والا ہی کوئی مفید ہو سکتا تھا لہٰذا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ابوبکر صدیق کو (انت صاحبی فی الغار) کا انعام یاد دلا کر خوش کر دیا۔ بلکہ امام باقر کے آخر الذکر فرمان نے فیصلہ کر دیا کہ صدیق اکبر کو اعلان برأت سونپا ہی نہ گیا تھا۔

نکتہ:۔

علمائے اہل سنت نے اس مقام پر ایک عجیب نکتہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ اس دفعہ دو طرفہ کشتہ تیار کیا جانا تھا۔ حج جو کہ جمال الٰہی کا مظہر تھا۔ اور نقض عہد جو کہ جلال الٰہی کا مظہر تھا۔ ان دونوں مختلف کیفیتوں کے لیے دو ایسے اشخاص کا انتخاب فرمایا۔ جن میں ایک جمال الٰہی کا مظہر اور دوسرا جلال الٰہی کا پیکر تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت تھے کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا "ای ابوبکر قول تو قول ابراہیم است" تو اس اعتبار سے صدیق اکبر جمال الٰہی کا مظہر تھے۔ اور آپ کو رحمت والا حصہ یعنی حج کا امیر بنایا گیا۔ دوسری طرف نقض عہد میں قہر و غضب الٰہی کا مظہر ہونا چاہیے تھا۔ اس کے لیے حضرت علی جو کہ "اسد اللہ" تھے۔ ان کا انتخاب کیا گیا تاکہ مجمع پر جو مسلمانوں اور غیر مسلموں پر مشتمل تھا۔ جلال و جمال الٰہی کا اظہار ہو جائے۔

طعن چہارم

ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) میں بارِ خلافت

اٹھانے کی اہلیت نہ تھی

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ عجز و انکسار انسان کی اعلیٰ صفات میں سے ہے۔ اور تو اور انبیاء بھی باوجود معصوم از خطاء ہونے کے ہمیشہ خوفِ خدا سے ڈرتے اور اللہ سے استغفار کرتے رہے۔ جناب یوسف علیہ السلام نے وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ یعنی میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا کیونکہ نفس کثرت سے برائی کا حکم دینے والا ہے۔

مگر شیعہ حضرات کو ابوبکر صدیق کا مبنی بر تواضع قول مطعون نظر آتا ہے۔

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی نے جب خلافت سنبھالی۔ تو خلیفہ بننے کے فوراً بعد آپ نے خطبہ دیا۔ اس خطبے میں اور باتوں کے علاوہ انہوں نے

یہ بھی کہا تھا۔

وَمَا اَنَا اِلَّا کَاَحَدِکُمْ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْنِیْ قَدِ اسْتَقَمْتُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ اَحْیَانًا

(الامامۃ والسیاسۃ مصنفہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم جزء اوّل ص۱۶ - خطبہ ابی بکر رضی اللہ عنہ - مطبوعہ مصر)

ترجمہ: میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں تو جب تم مجھے سیدھے راہ پر دیکھو تو میری بات ماننا اور اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں۔ تو مجھے سیدھا کردو اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میرا بھی ایک شیطان ہے۔ جو بعض دفعہ میرے دل میں ایک وسوسہ ڈال دیتا ہے۔

طریقہ استدلال:

جو آدمی اپنے آپ کو شیطانی وساوس سے محفوظ نہ سمجھتا ہو۔ وہ خلافت وامامت ایسے عظیم کام کو سرانجام دینے کا کب اہل ہو سکتا ہے۔ چونکہ ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے خود شیطانی وساوس کا اقرار کرکے اپنی نااہلی کو واضح کر دیا لہٰذا وہ خلافت وامامت کے غاصب ہوئے۔

جواب اوّل

مذکور طعن میں جس کتاب سے یہ عبارت درج کی گئی ہے۔ (یعنی الامامۃ والسیاسۃ) اس عبارت کی کوئی سند بیان نہیں کی گئی۔ یعنی صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ سے یہ باتیں کس نے سنیں۔ اور پھر آگے سُننے سنانے مصنف الامامۃ و السیاستہ تک کن واسطوں سے پہنچیں۔ چونکہ بے سند روایات کچھ وزن نہیں رکھتیں۔ بلکہ روایات کی صحت وسقم ان کی اسناد سے معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسی مجہول روایت ہمارے لیے قابلِ تسلیم نہ ہونے کی بنا پر موجبِ طعن ہرگز نہیں بن سکتی۔

جواب دوم

اہلِ سنت کے جن حضرات نے اسماء الرجال پر قلم اٹھایا۔ ان کے نزدیک "الامامۃ والسیاستہ" کے مصنف عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری کذاب اور وضاع ہے۔ اور ایسا آدمی ہے جس کا مسلک ہی متعین نہیں بعض اسے کرامیہ فرقہ کے متعلق کہتے ہیں۔ کچھ دوسرے حضرات نے اس کو مشتبہ کہا ہے ایسے غیر واضح اور کذاب آدمی کی روایت اہل سنت کے ہاں کس طرح مقبول و منظور ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ہم پر طعن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس کتاب کے مصنف کے بارے میں تحقیق ملاحظہ ہو۔

لسان المیزان

قَالَ الْحَاكِمُ اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَنَّ الْقُتَيْبِيْ كَذَّابٌ .... اَنَّ الدَّارَ قُطْنِيْ قَالَ كَانَ ابْنُ قُتَيْبَةَ يَمِيْلُ اِلَى التَّشْبِيْهِ مُنْحَرِفٌ عَنِ الْعِتْرَةِ وَ كَلَامُهُ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ

قَالَ الْبَیْہَقِیُّ کَانَ یَرٰی رَأْیَ الْکَرَامَۃِ۔

(۱) لسان المیزان تصنیف ابن حجر عسقلانی
جلد سوم ص۳۵۸ حرف العین)
(۲) میزان الاعتدال جلد دوم ص۷۷۔
حرف العین طبع مصر جدید)

ترجمہ:۔ حاکم نے کہا۔ تمام اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قتیبی کذاب تھا۔ دارقطنی نے کہا۔ ابن قتیبہ فرقہ مشبہ کی طرف مائل تھا اہل بیت سے کٹ چکا تھا۔ اور اس کا کلام اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ ابن قتیبہ کرامیہ میں سے تھا۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کا عقیدہ ہی خالص نہیں پھر اس پر مزید یہ کہ تمام محدثین اور اسماء الرجال کے محققین نے اسے بالاتفاق "کذاب" کہا۔ تو ایسے منافق و کذاب کی روایت کب قابل اعتنا ہو سکتی ہے۔ اور اس میں طعن بننے کی صلاحیت کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب سوم

ذَکَرَ الْمَسْعُوْدِیُّ فِی الْمُرُوْجِ اَنَّ ابْنَ قُتَیْبَۃَ اِسْتَمَدَّ فِیْ کُتُبِہٖ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الدِّیْنَوَرِیِّ .... وَسَمِعْتُ شَیْخِیْ الْعِرَاقِیَّ یَقُوْلُ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ کَثِیْرَ الْغَلَطِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۸-۳۵۹)

حرف العین

ترجمہ: مسعودی نے مروج میں ذکر کیا کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتابوں میں ابو حنیفہ الدینوری (شیعی) صاحب اخبار الطوال سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ میں نے اپنے شیخ علامہ عراقی رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ابن قتیبہ میں غلطیوں کا انبار تھا۔ (یعنی وہ غلط باتیں اور واقعات کثرت سے اپنی کتب میں ذکر کرنے کا عادی تھا)

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ ابن قتیبہ وہ آدمی ہے۔ جو کذاب اور بدمذہب ہونے کے علاوہ ایک کٹر شیعہ عالم کی کتابوں کا چور تھا۔ اور اس سے حاصل کیے گئے واقعات کو رطب و یابس کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج کیا۔ پھر اس میں اغلاط کی بھرمار اپنی طرف سے بڑھا کر لکھ دینے کا عادی ہو۔ تو ایسے آدمی کی بات تو ویسے بھی قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ اور معترض ہے کہ اس کی عبارت کو بطورِ دلیل پیش کر رہا ہے۔

جواب چہارم

بالفرض صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب خُطبہ کو دُرست تصوّر کر لیا جائے تو اس میں طعن تلاش کرنا سراسر جہالت ہے۔ اور خبث باطنی کی دلیل ہے نظر انصاف سے دیکھنے والے کو اس خُطبہ سے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کمال تواضع و انکساری نظر آئے گی۔ جس کے ضمن میں ان کی منقبت ٹپکتی ہے شیطان مردُود سے پناہ چاہنا اور اس کے شر سے حفاظت کی دُعا کرنا، ہر مسلمان

ایسے کرتا ہے۔ اور کرنا بھی چاہیئے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ رب العزت نے جوان کی پاکدامنی اور قید سے رہائی کے وقت کے الفاظ ذکر فرمائے وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي۔ ان کے بارے میں معترض کیا کہتا ہے۔؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اگرچہ اہل سنت کے نزدیک انبیائے کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود عقیدہ یہ ہے کہ وہ معصوم نہیں بلکہ محفوظ ہیں۔ لیکن اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت بھی معصوم ہوتے ہیں۔ تو آیئے اسی نقطۂ نظر سے ذرا دیکھیں۔ کہ جس شخصیت کو اہل تشیع معصوم کہتے ہوں وہ بہر حال ان کے نزدیک غیر معصوم سے افضل ہوگا۔ اگر ایک معصوم شخصیت شیطان کے وساوس سے پناہ مانگتی ہو۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا ہو کہ میری باگ ڈور شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اس سے محفوظ رکھ۔ تو غیر معصوم کا اپنے متعلق ایسے الفاظ کہنا طعن کا سبب کہاں بن سکتا ہے۔ شیعہ عبارت یہ ہے۔

صحیفہ کاملہ

فَقَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عِنَانِيْ فِيْ سُوْءِ الظَّنِّ وَضُعْفِ الْيَقِيْنِ فَاَنَا اَشْكُوْا سُوْٓءَ مُجَاوَرَتِهٖ لِيْ وَطَاعَةِ نَفْسِيْ لَهٗ وَ اَسْتَعْصِمُكَ مِنْ مَلَكَتِهٖ وَ اَتَضَرَّعُ اِلَيْكَ فِيْ صَرْفِ كَيْدِهٖ اَنِّيْ .

(صحیفہ کاملہ سجادیہ للامام زین العابدین ص ۲۲۴
الدعا والثانی والثلاثون مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:۔ بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں شیطان نے میری باگ ڈور پکڑ رکھی ہے۔ تو میں اسے اللہ! اس کی بُری صحبت اور ہمسائگی سے تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں اس کی گرفت اور تسلط سے بچنے کے لیے تیری ہی حفاظت کا طالب ہوں اور اس کے مکر و فریب سے بچنے کے لیے تیری بارگاہ میں گڑگڑاتا ہوں۔

صحیفۂ کاملہ

فَاِذَا كَانَ عُمْرِیْ مُرْتَعًا لِلشَّیْطَانِ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ قَبْلَ اَنْ یَّسْبِقَ مَقْتُكَ اِلَیَّ اَوْ یَسْتَحْكِمَ غَضَبُكَ عَلَیَّ۔

(صحیفہ کاملہ سجادیہ ص۱۲۱ دعا عشرون من ادعیۃ الصحیفہ فی مکارم الاخلاق)

ترجمہ:۔ پھر جب میری عمر شیطان کے لیے چراگاہ بن جائے۔ تو مجھے موت دے دینا۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں تیرے غضب اور ناراضگی کا شکار ہو جاؤں۔

لمحہ فکریہ:۔

"صحیفۂ کاملہ" اہل تشیع کے نزدیک ایک انتہائی مقدس کتاب ہے، اور اس کا درجہ قرآن مجید کے قریب بلکہ اس جیسا ہی ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے فضائل میں ان کا کہنا ہے کہ قرآن پاک تین بہن بھائیوں کی طرح ہے۔ خود قرآن پاک بھائی اور اس کی دو بہنیں نہج البلاغہ اور صحیفہ کاملہ ہیں۔ لہٰذا اس قول کے مطابق صحیفہ کاملہ کی عبارت بھی یونہی قطعی اور محکم ہے۔ جس طرح قرآن پاک کے مضامین اس

کتاب میں مذکور دو دعاؤں میں جو کچھ کہا گیا۔ وہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی زبانی کہا گیا۔ ان دونوں دعاؤں نے ثابت کر دیا کہ ایک بندہ کو اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں کس طرح انکساری و تواضع کرنی چاہیئے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بطور انکساری یہاں تک عرض کر دیا۔ کہ میری بدگمانی اور ضعفِ یقین کی باگ ڈور شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ اے اللہ اگر میری عمر شیطان کے لیے چراگاہ بن جائے تو مجھے اپنی ناراضگی سے قبل دنیا سے اٹھا لینا۔ اس قدر انکساری اور تواضع کرنے پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو کوئی بھی مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ بلکہ الزام کی بجائے یہ الفاظ ان کی منقبت اور کامل بندگی پر دلالت کرتے ہوئے پیش کیے جاتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دورانِ خطبہ عوام کے روبرو اللہ کی درگاہ میں عاجزی و انکساری کے لیے مذکورہ الفاظ کہیں تو ان کو طعن بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔؟ دونوں حضرات سے یکساں سلوک کیوں روا نہ رکھا گیا؟

لہذا جو آدمی صحیفۂ کاملہ کی مذکورہ دو عبارتوں کو پڑھنے کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن کرنے سے باز نہیں آتا۔ تو پھر اس کو یہ بھی فیصلہ کرنا ہو گا۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ان الفاظ کی ادائگی کی وجہ سے منصب امامت کے اہل نہیں رہتے۔ صرف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہی اس زد میں نہیں آیئں گے۔ بلکہ کوئی امام بھی بچ نہ سکے گا۔ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں بھی آپ کو کچھ ایسی ہی صورت نظر آئے گی۔

روضہ کافی

فَلَا تَكُفُّوْا عَنِّيْ مَقَالَةً بِحَقٍّ اَوْ مَشُوْرَةٍ

بِعَدْلٍ فَاِنِّیْ لَسْتُ فِیْ نَفْسِیْ بِفَوْقِ
مَا اَنْ اُخْطِئَ وَلَا اٰمَنَ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِیْ
اِلَّا اَنْ یَّكْفِیَ اللّٰهُ مِنْ نَفْسِیْ مَا هُوَ اَمْلَكُ
بِهٖ مِنِّیْ۔

(روضہ کافی جلد ہشتم ص۳۵۶ خطبہ امیر المومنین مطبوعہ طہران جدید)

ترجمہ: عدل و انصاف کے مشورہ اور حق بات سے مجھے نہ روکو میں اپنے آپ کو اتنا بڑا نہیں کہتا کہ مجھ سے خطا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی میں اپنے افعال کو خطاء سے محفوظ سمجھتا ہوں۔ ہاں یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان تمام باتوں سے بچائے رکھے۔ کیونکہ وہ مجھ سے میرے بارے میں زیادہ مالک اور مختار ہے۔

یہ تھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے ملتے جلتے الفاظ جن کا مضمون صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے مذکورہ الفاظ سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔ کیا کوئی عقل کا دشمن" نام نہاد محب علی" اس بات کی جسارت کرے گا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کو بھی اسی طعن سے مطعون کرے۔ جس سے اس نے صدیق اکبر کو کیا۔ معلوم ہوا کہ ایسے متواضعانہ اور بندگانہ الفاظ ادا کرنا اللہ کے نیک بندوں کی عادتِ بندگی ہوتی ہے۔ انھیں طعن کا سبب بنانا سراسر جہالت و حماقت ہے۔

(وباللہ التوفیق)

طعن پنجم

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے منافق ہونے کا اقرار کیا۔

اہل سنت کی دو معتبر کتابیں ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) نے خود اقرار کیا۔ کہ میں منافق ہوں (معاذ اللہ) اقراری منافق منصب امامت و خلافت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اُمت مسلمہ کا امیر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اس بارے میں عبارت درج ذیل ہے۔

عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاُسَيْدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّ رَأْيَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَ الْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَوَاللهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ
كَاَنَّا رَأْىُ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ
عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ
نَسِيْنَا كَثِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ
لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ
عِنْدِىْ وَفِى الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِىْ
طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً
وَّسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۸ باب ذکر
اللہ عزوجل والتقرب الیہ مطبوعہ اصح
المطابع)

ترجمہ:۔ حنظلہ بن ربیع اسیدی کہتے ہیں۔ مجھے ایک مرتبہ ابوبکر ملے۔ تو پوچھا حنظلہ! کیا حال ہے؟ میں نے کہا حنظلہ منافق ہوگیا۔ ابوبکر صدیق نے کہا سبحان اللہ۔ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا۔ ہم جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوتے ہیں۔ اور آپ ہمیں دوزخ جنت کے بارے میں نصیحت آمیز باتیں تبلارہے ہوتے ہیں۔ تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ ہماری آنکھیں دیکھ

رہی ہیں۔ پھر جب ہم آپ کی بارگاہ سے اُٹھ کر آجاتے ہیں اور اپنے اہل و عیال اور باغات میں مصروف ہو جاتے ہیں تو ان میں گھر کردہ کیفیت اکثر ہمیں بھول رہتی ہے۔ صدیق اکبر نے یہ سُن کر کہا، خدا کی قسم! ہمارے ساتھ بھی یہی کیفیت پیش آتی ہے۔ اس کے بعد میں اور ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ میں نے حضور سے عرض کی۔ حضور! حنظلہ منافق ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کیسے؟ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کی بارگاہ میں جب حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہمیں دوزخ و جنت کے بارے نصیحت فرما رہے ہوتے ہیں۔ تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب یہاں سے اُٹھ کر اپنے اہل و عیال اور باغات میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم پر اس سلسلہ میں بہت زیادہ نسیان طاری ہو جاتا ہے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم پر ہر وقت وہی کیفیت طاری رہتی۔ جو میرے پاس بیٹھنے کے وقت طاری ہوتی ہے۔ اور نصیحت کا اثر اسی طرح علی الدوام رہتا۔ تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر مصافحہ کرتے اور راستوں میں بھی تم سے مصافحہ کرتے۔ لیکن اے حنظلہ یہ کیفیت گاہے گاہے ہوتی ہے۔ آپ نے تین مرتبہ ایسے ہی فرمایا۔ اس حدیث کو مسلم نے صحیح روایت کیا ہے۔

جواب اوّل

اہل تشیع نے مذکورہ حدیث کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن کے لیے بنیاد بنایا۔ اور اس سے ثابت کرنا چاہا کہ چونکہ صدیق اکبر نے منافقت کا خود اقرار کیا ہے۔ لہٰذا وہ منصب امامت و خلافت کے اہل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے انہیں امام عادل اور خلیفہ برحق کہنا غلط ہے۔

اس طعن کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ پچھلے طعن کی طرح اس میں بھی کوئی وجہ وزن نہیں۔ کیونکہ جناب صدیق اکبر نے تواضع اور انکساری کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے، کہ جناب صدیق اور حنظلہ رضی اللہ عنہما اپنی کیفیات کا موازنہ کر کے حیران تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں موجودگی کے وقت ہماری جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہاں سے اُٹھ کر آ جانے کے بعد گھریلو مصروفیات میں گھر کر وہ باقی نہیں رہتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجود ہوتے ہماری آنکھوں سے حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ اور دوزخ و جنت کو یوں لگتا ہے کہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن باہر نکل کر پھر حجابات آ جاتے ہیں۔ اگر کیفیت میں یہ اختلاف موجب طعن ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کبھی تسلی نہ دیتے۔ اور اگر یہ بات واقعی منافقت ہوتی۔ تو سرکار ابد قرار اس پر ان کی ڈانٹ فرماتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت کے فرق کو کوئی نفاق کی بات نہ فرمایا۔ بلکہ اس کی توثیق وتنا بید فرمائی۔ کہ ایسا ہی ہونا ہے۔ کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر وہی کیفیت برقرار رہتی تو اندر باہر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔ لیکن یہ کیفیت کبھی کبھی ہوتی ہے اور اکثرا وقات نہیں رہتی

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ اس میں قطعاً کوئی منافقت نہیں۔ لہٰذا اہلِ تشیع کا اس کو "اقرار منافقت" قرار دینا "ظلم عظیم" سے کم نہیں۔

جواب دوم

جو ہم نے جواب ذکر کیا۔ اگر اہلِ تشیع اس سے مطمئن نہ ہوں۔ تو ہم ان کی مزید دلجوئی اور اطمینان کے لیے ایسی ہی ایک حدیث ذکر کرتے ہیں۔ جو ان کی کتابوں میں مذکور ہے۔ بلکہ مستند اور معتبر کتاب "اصول کافی" میں مذکور ہوئی ہے۔ جس میں امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ان کے شیعوں نے درخواست کی کہ ہماری کیفیت آپ کی بارگاہ میں کچھ اور ہوتی ہے۔ اور باہر نکلیں تو زمین وآسمان کا فرق آجاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں امام موصوف نے ان سے کیا کہا۔ خود ملاحظہ کریں۔

اصول کافی

عَنْ سَلَامِ بْنِ الْمُسْتَنِيْرِ قَالَ
كُنْتُ عِنْدَ اَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَدَخَلَ عَلَيْهِ حُمْرَانُ بْنُ اَعْيَنَ
عَنْ اَشْيَاءَ فَلَمَّا هَمَّ حُمْرَانُ
بِالْقِيَامِ قَالَ لِاَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ اُخْبِرُكَ اَلْحَالَ اللّٰهُ اَبْقَاكَ
لَنَا وَ اَمْتَعَنَا بِكَ اِنَّا نَأْتِيْكَ فَمَا

نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ حَتّٰى تَرِقَّ قُلُوْبُنَا
وَ تَسْلُوْا اَنْفُسَنَا عَنِ الدُّنْيَا وَيَهُوْنَ
عَلَيْنَا مَا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ مِنْ هٰذِهِ
الْاَمْوَالِ ثُمَّ نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ
فَاِذَا صِرْنَا مَعَ النَّاسِ وَ التُّجَّارِ
اَحْبَبْنَا الدُّنْيَا قَالَ فَقَالَ اَبُوْجَعْفَرَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا هِيَ الْقُلُوْبُ مَرَّةً
تَصْعُبُ وَ مَرَّةً تَسْهُلُ ثُمَّ قَالَ
اَبُوْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَّا اَنَّ
اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
اٰلِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَخَافُ عَلَيْنَا
النِّفَاقَ قَالَ فَقَالَ وَلِمَ تَخَافُوْنَ
ذَاكَ قَالُوْا اِذَا كُنَّا عِنْدَكَ فَذَكَّرْتَنَا
وَ رَغَّبْتَنَا وَجِلْنَا وَنَسِيْنَا الدُّنْيَا
وَ زَهِدْنَا حَتّٰى كَاَنَّا نُعَايِنُ الْاٰخِرَةَ
وَ الْجَنَّةَ وَ النَّارَ وَ نَحْنُ عِنْدَكَ فَاِذَا
خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ وَ دَخَلْنَا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ
وَ شَمَمْنَا الْاَوْلَادَ وَ رَاَيْنَا الْعِيَالَ وَ
الْاَهْلَ يَكَادُ اَنْ نُحَوَّلَ عَنِ الْحَالِ الَّتِيْ
كُنَّا عَلَيْهَا عِنْدَكَ وَحَتّٰى كَاَنَّا لَمْ
نَكُنْ عَلٰى شَيْءٍ اَفَتَخَافُ عَلَيْنَا اَنْ

يَكُوْنَ ذٰلِكَ نِفَاقًا۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنَّ هٰذِهٖ خُطُوَاتُ الشَّيْطَانِ فَيُرَغِّبُكُمْ فِي الدُّنْيَا وَاللّٰهِ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَى الْحَالَةِ الَّتِيْ وَصَفْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِهَا لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَمَشَيْتُمْ عَلَى الْمَاءِ وَلَوْ لَا اَنَّكُمْ تُذْنِبُوْنَ فَتَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا حَتّٰى يُذْنِبُوْا ثُمَّ يَسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ اللّٰهُ اَنَّ الْمُؤْمِنَ مُفْتَنٌ تَوَّابٌ اَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ وَ قَالَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص۴۲۴ کتاب الایمان والکفر فی تنقل احوال القلب مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔ (بحذف اسناد) سلام بن مستنیر کہتا ہے۔ کہ میں حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں تھا۔ اتنے میں حمران بن اعین نامی شخص آیا اور چند سوالات پوچھے۔ جب حمران نے جانے کا ارادہ کیا۔ تو امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا۔ مجھے میری حالت

کے متعلق تبلایئے! اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہم پر تادیر رکھے۔ اور ہمیں آپ سے نفع پہنچائے۔ ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں۔ تو ہمارے دل بہت نرم ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور دُنیا سے ہمارے نفوس تسلی میں ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے پاس مال و دولت ہمیں معمولی دکھائی دیتا ہے پھر جب اُٹھ کر چلے جاتے ہیں اور تاجروں اور دوسرے لوگوں سے میل جول کرتے ہیں۔ تو پھر دُنیا ہمیں بھلی لگتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ امام موصوف نے فرمایا یہ دل کی کیفیت ہے۔ کبھی نرم اور کبھی گرم ہوتی رہتی ہے۔ پھر امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دیکھتے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے بعض نے آپ سے عرض کی یارسول اللہ! ہمیں اپنے بارے میں نفاق کا خطرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ وہ کیونکر؟ کہنے لگے۔ جب ہم آپ کے حضور ہوتے ہیں۔ اور آپ ہمیں تذکیر ونصیحت فرماتے ہیں۔ تو ہمارے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ اور ہم دُنیا بھول جاتے ہیں۔ اور ہم زہد کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یُوں لگتا ہے۔ کہ ہم آخرۃ، جنت اور دوزخ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب یہاں سے باہر نکلتے ہیں۔ اور اپنے گھروں میں جاتے ہیں۔ اولاد سے پیار ومحبت کرتے ہیں اور اہل وعیال کو دیکھتے ہیں۔ تو قریب ہوتا ہے۔ کہ ہم اس حالت وکیفیت سے علیحدہ ہو جائیں۔ جو آپ کے حضور ہوتی ہے اور بعض دفعہ تو یوں لگتا ہے۔ کہ وہ حالت بالکل ہی ختم ہو گئی ہے۔

کیا آپ اس کو ہمارے لیے نفاق کا خطرہ تو نہیں فرماتے۔ یہ سُن کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ یہ شیطانی چالیں ہیں۔ وہ تمہیں دُنیا کی طرف رغبت دلانا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہاری حالت ہمیشہ وہی رہتی۔ جو تم بیان کر رہے ہو۔ تو فرشتے تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے۔ اور تم پانی پر چلتے اور اگر بالفرض گناہ نہ کرتے۔ اور پھر ان کی معافی نہ مانگتے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایسے لوگ پیدا کر دیتا۔ جو یہ دونوں باتیں کرتے۔ پھر اللہ انہیں معاف کر دیتا۔ مومن ابتلاء و آزمائش میں پڑ کر گناہ کر دیتا ہے۔ پھر اس سے توبہ کر دیتا ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔ " اللہ تعالیٰ یقیناً توبہ کرنے والوں اور نہایت ستھرا رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" اور یہ بھی فرمایا۔ " اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ۔"

لمحہ فکریہ

آپ نے شیعہ کتاب "اصول کافی" سے مذکورہ روایت کا بالتفصیل معائنہ کیا۔ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی وہی مسئلہ آیا جو جناب حنظلہ اور صدیق اکبر کا تھا۔ اور امام محمد باقر نے جواب دیا۔ کہ یہ دل کی کیفیات ہیں۔ ان پر اتنا کان نہیں دھرنا چاہیے۔ اور توبہ تائب سے یہ ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر اس جواب کی تائید و توثیق اسی واقعہ سے کی جس کو لے کر معترض نے طعن کیا تھا۔ صرف امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے ان صحابہ کرام کے اسماء گرامی ذکر نہیں فرمائے۔ جنھوں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا استفسار کیا تھا۔ باقی جواب تقریباً من وعن وہی ہے جو مشکوٰۃ شریف میں سے معترض نے بیان کیا۔ اگر وہ استفسار اور اس کے اندر مذکور الفاظ سبب طعن ہوتے تو امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ انھیں بطور حوالہ پیش نہ فرماتے۔ امام موصوف کا انھیں بطور سند پیش فرمانا اس امر کی واضح علامت ہے کہ یہ کیفیات موجب طعن نہیں بلکہ ایک منقبت اور تعریف کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ جب ایسے اشخاص کہ جنہیں کسی امام کے حضور وعظ ونصیحت کے دوران ایسی کیفیت سے واسطہ نہ پڑے۔ اُسے ہم منافق کہنے کے لیے تیار نہیں تو ایسے اشخاص میں سے وہ لوگ کہیں بہتر ہیں۔ جنھیں امام و پیغمبر کے حضور دوران تذکیر ایسی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو اس سے ایسے اشخاص کی خوبی بیان ہو رہی ہے نہ کہ نقص ایمان اور نفاق کا اظہار ہو رہا ہے۔

اصولِ کافی والی حدیث کے اندر صاف الفاظ میں موجود ہے کہ ایسے خیالات کی وجہ سے آدمی منافق نہیں ہو جاتا۔ بلکہ صرف یہ شیطانی چال ہوتی ہے۔ جس کے ذریعہ وہ آدمی کو دنیوی رغبت دلانا چاہتا ہے۔ تو اس سے بچنے کے لیے توبہ و استغفار کا طریقہ سکھایا گیا۔

بلکہ اگر یوں کہا جائے۔ کہ باہر دُنیا میں ایسی کیفیت کا ہونا بھی دراصل قرب خدا کا ایک وسیلہ ہے تو بعید از فہم نہیں۔ کیونکہ امام محمد باقر رحمۃ اللہ نے آخر میں جو کچھ فرمایا کہ اگر بندے گناہ کرنا چھوڑ دیں اور توبہ تائب نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا۔ جو گناہ کر کے توبہ کریں۔ اور اللہ انھیں بخشے۔ یہ استدلال اس کی نشاندہی کرتا ہے کہ گناہ ہو جانا اللہ سے دُوری اور نفاق کی علامت نہیں بلکہ اگر اس کے بعد توبہ نصیب ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کو ایسا بندہ بہت محبوب ہے۔ دراصل بقائے انسانی کی یہ حکمت تھی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی اور معترض اسے طعن سمجھ بیٹھا۔

ناظرین! آپ فیصلہ کر چکے ہوں گے کہ جس کیفیت کو اللہ کے پیغمبر نے نفاق نہ کہا۔ بلکہ نفاق سمجھنے والوں کی تردید فرمائی اور ائمہ اہل بیت میں سے امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے نفاق کو نہ مانا۔ بلکہ اسے ایک مقبول و محمود عمل کہا۔ تو اس کے بعد بھی اگر شیعہ لوگ اسے سبب طعن گردانیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مطعون بنائیں۔ تو یہ حق پر ہوں گے۔ یا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کے ایک عظیم امام۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اصول کافی

عَنْ حُمْرَانَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّنِیْ نَافَقْتُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا نَافَقْتَ وَلَوْ نَافَقْتَ مَا اَتَیْتَنِیْ تُعَلِّمُنِیْ مَا الَّذِیْ رَابَكَ اَظُنُّ الْعَدُوُّ الْحَاضِرُ اَتَاكَ فَقَالَ لَكَ مَنْ خَلَقَكَ فَقُلْتَ اللّٰهُ خَلَقَنِیْ فَقَالَ لَكَ مَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَقَالَ اَیْ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَكَانَ كَذَا فَقَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ اَتَاكُمْ مِّنْ قِبَلِ الْاَعْمَالِ

فَلَمْ يَعْتِ عَلَيْكُمْ فَأَتَاكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْوَجْهِ لِكَيْ يَسْتَزِلَّكُمْ فَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلْيَذْكُرْ أَحَدُكُمُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ۔

(اصول کافی جلد دوم ص۴۲۶ کتاب الایمان والکفر باب الوسوسۃ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے حمران بیان کرتا ہے۔ کہ امام موصوف نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ سلم کی بارگاہِ اقدس میں ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! میں منافق ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہوا۔ اگر تم منافق ہو گئے ہوتے تو میرے پاس نہ آتے مجھے بتلاؤ کیا حال ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ تیرے پاس تیرا شیطان آیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ تمہیں کس نے پیدا کیا۔ تم نے جواباً کہا۔ اللہ تعالیٰ نے۔ پھر اس نے تم سے پوچھا اچھا اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ یہ سن کر وہ شخص بولا۔ قسم اس رب کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا بعینہٖ یہی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بات یہ ہے کہ شیطان تمہارے اعمال برباد کرنے کے لیے دخل اندازی کرتا ہے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتا۔ تو پھر وہ اس طریقہ سے (جو ابھی بیان ہوا) سے داؤ لگانا چاہتا ہے۔ تاکہ تمہیں صراطِ مستقیم سے پھسلا سکے۔ لہٰذا جب ایسا معاملہ ہو۔ تو تم میں سے ہر ایک کو اللہ وحدہٗ لاشریک کا ذکر کرنا چاہیئے۔

اس حدیث کو بھی آپ نے ملاحظہ کیا۔ تقریباً اسی حدیث سے ملتا جلتا مضمون ہے۔ جس کو لے کر شیعہ لوگ صدیق اکبر پر طعن کرتے ہیں۔ اور خود ان کی "اصول کافی" نے واضح کر دیا۔ کہ اس سے آدمی منافق نہیں بنتا۔ بلکہ یہ فیصلہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ذکر کیا۔ اور اور حقیقت بھی وہی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ کہ منافقت کب کہتی ہے۔ کہ پیغمبر کے در پر جاؤ۔ وہ تو روکتی ہے اور منافق کب کہتا ہے۔ میں منافق ہوں۔ بلکہ وہ تو دوسرے سے بھی زیادہ پکہ مومن اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔

اس حدیث نے واضح کر دیا۔ کہ ایک متقی اور عابد و زاہد شخص کبھی بھی اپنے تقویٰ، عبادت اور زہد پر فخر نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو گناہگار ہی کہتا ہے۔ اور اسی کو وہ اپنی تواضع اور انکساری سمجھتا ہے۔ اگر بوجہ غلطی کسی نے وساوس شیطانی کی وجہ سے اپنے نفاق کی شکایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کی۔ تو آپ نے فوراً اس کی اصلاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ منافقت نہیں۔ ان تمام حقائق سے یہی ثابت ہوا۔ کہ اس قسم کی بات موجب طعن نہیں بنتی۔ لہٰذا اس غلط عقیدہ سے معترض کو توبہ کرنی چاہیے۔ کم از کم اپنے امام جناب محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا ہی پاس رکھ لو۔

جواب سوم

ہم نے جب شیعہ کتب سے یہ ثابت کر دکھایا۔ کہ حضرت حنظلہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو بارگاہِ رسالت میں اپنے نفاق کی شکایت کی۔ وہ ان کی انکساری اور تواضع تھی اور ان کے کمال تقویٰ اور ایمان کی علامت تھی۔

یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دل جوئی فرمائی۔ اور اس قسم کے شیطانی وساوس سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرمائی۔ اگر ان آخری تصریحات کے باوجود بھی اگر مخالف معاند یہی رٹ لگاتا پھرے۔ کہ ان لوگوں نے خود نفاق کا اقرار کیا ہے۔ تو پھر اس کی تسلی کی خاطر ایک قول امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا نقل کر کے اس سے پوچھیں گے۔ اب کیا خیال ہے۔ قول سنیئے۔

صحیفہ کاملہ

اِنْ تُعَذِّبْ فَاَنَا الظَّالِمُ الْمُفَرِّطُ الْمُضِیْعُ الْاٰثِمُ الْمُقَصِّرُ الْمُضَجِّعُ الْمُغْفِلُ حَظَّ نَفْسِیْ وَ اِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

(صحیفہ کاملہ سجادیہ ص۲۸۳ دعا حادی و خمسون مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔ (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بارگاہِ خداوندی میں عجز و انکساری کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ!) اگر تو عذاب دے تو میں ظالم ہوں۔ گناہوں میں زیادتی کرنے والا ہوں۔ نیکیوں کو ضائع کرنے والا ہوں۔ گناہ گار ہوں۔ قصوروار ہوں۔ کوتاہی کا مرتکب ہوں۔ تیری یاد سے غافل ہوں۔ اور اگر تو معاف کر دے تو تو بے شک بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ باوجودیکہ صفات فاضلہ کاملہ کے حامل ہیں۔ اور زہد و اتقاء ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا پڑا ہے۔ حتیٰ کہ شیعہ لوگ ان کی عصمت تک کے قائل ہیں وہ اس دُعا میں اپنے آپ کو ظالم، گناہوں میں زیادتی کا مرتکب وغیرہ الفاظ سے اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔ تو اب شیعہ مفکرین ذرا دل پر ہاتھ رکھ بتلائیں۔ کیا ان اقراری الفاظ کے مطابق تم امام موصوف کو کیا کہو گے؟ یہ عاجزی و انکساری کی جا رہی ہے۔ یا اپنی حقیقت کو بیان کیا جا رہا ہے؟ جو اس مقام پر تمہارا جواب ہوگا۔ وہی ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہیں گے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ تواضع و انکساری کے طور پر اکابرین اُمت نے اپنے بارے میں بہت کچھ کہا، اور یہی زیب بھی دیتا ہے۔ ہمیں ان الفاظ کو پڑھ کر ان کے حقیقی مفہوم میں استعمال کرنے سے باز رہنا چاہیئے اور اس قسم کے خبیث اجتہاد سے اپنی آخرت برباد نہیں کرنا چاہیئے۔ امام زین العابدین اگر کسر نفسی سے اپنے آپ کو "ظالم" کہیں تو یہ انہیں زیب دیتا ہے۔ اس سے ان کی امامت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اگر اس قسم کے متواضعانہ الفاظ کہیں تو ان کے درجات و مراتب میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ قرآن مجید کو اٹھا کر دیکھو۔

تو حضرت آدم، نوح، ابراہیم، یوسف اور دیگر انبیائے کرام کی دُعائیں ایسے الفاظ سے مزین ہیں۔ جو صرف اور صرف انہیں زیب دیتے ہیں۔ ہم اگر بعینہ انہی الفاظ سے حقیقی مفہوم کے طور پر ان پر استعمال کریں۔ تو سرے سے ایمان ہی ہاتھ سے دھو بیٹھیں گے۔ اُن کا کچھ نہ بگڑے گا، اسی طرح اکابرین کے بوقت انکساری ادا کردہ الفاظ

ان مطالب ومفاہیم میں لینا جو ان کے حقیقی ہیں ہمیں گستاخ و بے دین تو بنا دیں گے۔ اُن اکابرین کی شان میں کمی نہ آئے گی۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ

جس نے تواضع کی اللہ نے اس کو رفعتیں عطا فرمائیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔